"شقِ قمر" نبی کریم ﷺ کا معجزہ یا محض اللہ کی نشانی:
مولانا امین احسن اصلاحی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے استدلال کا جائزہ

"Šq-ē-qmr" is a miracle of the Prophet ﷺ or simply a sign from Allah: A review of the argument of Moulana Islahi and Syed Moududi

Dr. Imran Sajid
Assistant Professor، Department of Basic Sciences and Humanities, UET (KSK), Lahore:
imran.sajid@uet.edu.pk

Dr. Attiq ur Rehman
Associate Professor, Dept. of Islamic studies, UET, Lahore:
dratiquet@gmail.com

Abstract:
Allah Almighty sometimes reveals things from the hands of the Prophets which are out of the ordinary. For example, Moses' bright hand, his staff that turned into a snake, and many other miracles. On the other hand, in this universe, Allah Almighty keeps appearing such events which are not the miracle of any prophet, nor has anyone demanded it from the prophet or messenger. For example, Solar eclipse is a great sign of Allah, but it is not a miracle of any prophet, nor was it done at the request of anyone. These are signs amongst the signs of Allah, whose expedience He knows best. The moon was split up into two parts during the life of Allah's Messenger (ﷺ). It is generally accepted by all, but the difference is whether this miracle was bestowed on the Holy Prophet in response to the demand of the infidels, or whether the moon was split without their request. The general tendency of the Mufassereen is that the disbelievers had asked the Holy Prophet to split the moon, in response to which the Holy Prophet was given this miracle. The famous scholars of the subcontinent, Maulana Amin Ahsan Islahi and Syed Abul Ali Maududi are among the second opinion holders. They opine that in the era of the Holy Prophet (saw) the moon was split, but this was not a miracle of the Holy Prophet (saw) and the disbelievers did not make such a demand. Rather, it was a sign, like any other sign in the universe. This article provides an overview of their arguments.

Keywords: Holy Prophet (saw), Moon, Miracle, Qayamat, Mursal.

"شقِ قمر" نبی کریم ﷺ کا معجزہ یا محض اللہ کی نشانی:

مولانا امین احسن اصلاحی اور سید ابو الاعلیٰ مودودی کے استدلال کا جائزہ

اس کائنات میں علت و معلول کا ایک سلسلہ قائم ہے، آگ جلاتی ہے، پانی ڈبوتا ہے، زہر جان لیتی ہے۔ اب اگر یوں ہو جائے کہ آگ سرد ہو جائے، زہر بے اثر ہو جائے اور پانی ڈبونا چھوڑ دے تو مانیے کہ اسباب و علل کا یہ سلسلہ برہم ہو گیا۔ معجزہ ایسی ہی خرق عادت کا نام ہے کہ جس سے نظام علت و معلوم شکستہ ہو جائے۔ متکلمین کے ہاں وہ خارق عادت چیز جو خدا کی طرف سے پیغمبر کی تصدیق کے لیے صادر ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کی سچائی کی نشانی کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اس لحاظ سے معجزہ کی باعتبار خرق عادت چار اقسام بیان کی جاتی ہیں:

1۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ واقعہ خارق عادت ہوتا ہے، جیسے مردہ کا زندہ ہونا اور انگلیوں سے چشمہ کا ابلنا۔

2۔ کوئی واقعہ معمول کے مطابق ہوتا ہے مگر اس کا وقت خاص اسے خارق عادت بنا دیتا ہے، جیسے کفار کا کثرت تعداد کے باوجود مومنین سے خوف کھانا اور اسی طرح دیگر تائیدات الٰہی وغیرہ۔

3۔ کوئی واقعہ خلاف عادت نہیں ہوتا مگر اس کا طریقہ ظہور معمول سے ہٹ کے ہوتا ہے۔ جیسے نبیوں کی دعا سے پانی کا برسنا، بیمار کا تندرست ہونا وغیرہ۔

4۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ تو خارق عادت نہیں ہوتا لیکن اس کے وقوع سے قبل علم میں آ جانا خارق ہوتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کی متعدد پیشین گوئیاں۔[1]

زمانہ ماضی میں معتزلہ اور جہمیہ نے خرق عادت امور اور معجزات انبیاء کا قریب قریب انکار کیا یا ان کی دور از کار تاویلات کیں۔ اعتزالی اور جہمی فتنہ جب ختم ہو گیا تو صدیوں بعد برصغیر میں ان سے ملتے جلتے افکار کا پھر سے احیاء ذرا مختلف انداز میں ہوا۔ برصغیر میں اس قسم کے افکار کے سرخیل اگر سر سید احمد خان کو کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ انھوں نے معجزات کا یا تو سرے سے انکار ہی کر دیا یا پھر ان کی عجیب و غریب تاویلات پیش کیں۔ برصغیر میں اگرچہ غلام احمد پرویز نے بھی معجزہ شق قمر کا انکار کیا ہے، لیکن ان سے شکایت ہے نہ شکوہ۔ وہ تو بڑے آرام سے پورے ذخیرہ احادیث کو فارسی سازش کہتے ہیں اور اپنی ہی دنیا آباد کر لیتے ہیں۔

عہد نبوی ﷺ میں 'شق قمر' کا واقعہ پیش آیا تھا۔ قرآن کریم کی 'سورۃ القمر' میں اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

---

[1] نعمانی، شبلی، سیرۃ النبی (مکتبہ اسلامیہ، 2012ء)، 5/187

nʿmāny, šbly, syrẗ ālnby (mktbh āslāmyh, 2012ʾ), 5/187

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ- وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ- وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾[2]

"قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ مگر اِن لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ اِنہوں نے (اس کو بھی) جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات نفس ہی کی پیروی کی ہر معاملہ کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے۔"

معجزات کا اثبات یا انکار اس تحریر کا موضوع نہیں ہے اس لیے ہم اس کی زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے۔ سید سلمان ندوی رحمہ اللہ نے سیرت النبی ﷺ میں اس موضوع پر سیر حاصل اور جاندار بحث کی ہے۔ اس ضمن کی تمام فلسفیانہ مباحث اور ان کے جوابات کے لیے ان کی کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ معجزات انبیاء کو تسلیم کرنے والے علماء و مفکرین میں سے بھی بعض کی اصل میں رائے یہ ہے کہ 'عہد نبوی ﷺ میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا' تو یقینی طور پہ ثابت ہے، لیکن یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ نہیں تھا بلکہ ایک ایسی نشانی تھی جس طرح کہ آفاق و انفس میں دیگر نشانیوں کا اللہ تعالیٰ ظہور فرماتا ہے، اور یہ کہ 'شق قمر' کفار کے مطالبہ کے جواب میں ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔

اس موقف کو اردو مفسرین میں سے پہلے پہل مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا اور تقریباً یہی موقف مولانا مودودی نے اپنی تفسیر 'تفہیم القرآن' میں قدرے تفصیل سے پیش کیا اور اس ضمن کی کچھ احادیث کی تنقیح بھی کی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی 'انشقاق قمر' کو اللہ کی ایک 'نشانی' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رسولوں کی بعثت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ خاص طور پر ایسی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے جس سے رسول کے انذار اور اس کے دعوائے رسالت کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ قرآن میں اس سنتِ الٰہی کا ذکر جگہ جگہ ہوا ہے.... اس طرح کی نشانیوں کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ رسول نے ان کو اپنے معجزے کے طور پر پیش کیا ہو بلکہ ان کا ظہور کسی اعلان و تحدّی کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کفار نے بعینہٖ اسی نشانی کا مطالبہ کیا ہو جو ظاہر ہوئی بلکہ ان کی طرف سے کسی مطالبہ کے بغیر محض اس لیے بھی ان کا ظہور ہوتا ہے کہ کفار کے پیش کردہ شبہات کا ان کو جواب مل جائے۔ کفار قیامت کو جو بہت بعد از عقل چیز خیال کرتے تھے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ ساری کائنات ایک دن بالکل درہم برہم ہو جائے۔ پہاڑوں سے متعلق ان کا جو سوال قرآن میں نقل ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو وہ بالکل اٹل، غیر متزلزل اور غیر فانی سمجھتے

---

[2] القمر 54 : 1-3

Āl-qmr 54 : 1-3

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شق قمر کی نشانی دکھا کر ان کو بتایا کہ اس کائنات کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی خواہ کتنی ہی عظیم ہو، نہ خود مختار ہے، نہ غیر فانی، نہ غیر متزلزل، بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔"[3]

مولانا 'شق قمر' کے واقعہ کو تو قطعیت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں، لیکن اسے نبی کریم ﷺ کا معجزہ سمجھنا ضروری قرار نہیں دیتے۔ کتب احادیث میں موجود 'مطالبہ کفار پر شق قمر' کی احادیث کو مولانا نے موضوع بحث نہیں بنایا فقط صورت واقعہ سے متعلق احادیث مختلف ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ بالکل یہی موقف مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ ان کا یہ ماننا ہے کہ شق قمر کا واقعہ صریح الفاظ سے ثابت ہے لیکن حدیث کی روایات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ مولانا کے موقف کو ہم ذیل کے نکات میں بیان کیے دیتے ہیں:

1۔ وہ روایات جن میں کفار کے مطالبہ پر معجزہ دکھانے کا تذکرہ ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اس موضوع کی دیگر صحابہ سے مروی روایات میں 'کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ' دکھانے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

2۔ فتح الباری میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کہنا ہے کہ 'یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا۔'

3۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس مضمون کی حدیث منقول ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔

4۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس عنہما دونوں اس واقعہ کے ہم عصر نہیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت چار یا پانچ سال کے تھے۔

5۔ قرآن مجید اس واقعہ کو رسالت محمدی کی نہیں بلکہ قرب قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔[4]

مفسرین کی آراء

---

[3] اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن (فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2012ء)، 4/90-91
āṣlāḥy, āmyn āḥsn, tdbr qrān (fārān foundation, lāhore, 2012ʾ)4/91-90

[4] مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، پاکستان)، 4/229
Mwdwdy, ābw ālāʿly, tfhym āl-qrān (ādārh trğmān āl-qrān, lāhore, pākistān), 4/229

اکثر جلیل القدر مفسرین اس آیت کے ضمن میں ان احادیث کو پیش فرماتے ہیں، جن میں کفار کی طرف سے نبی کریم ﷺ سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دکھا دیا۔ فتح القدیر میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور سلف و خلف کا یہی موقف بیان کیا ہے۔[5]

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر 'مفاتیح الغیب' میں کہتے ہیں کہ بہت سے صحابہ یہ بات بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے 'شق قمر' کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ کی دعا کے نتیجے میں یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا۔[6]

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے انھیں 'چاند دو ٹکڑے' کر کے دکھایا۔ لیکن انھوں نے دیکھنے کے باوجود جھٹلا دیا اور کہنے لگے "یہ تو کھلا جادو ہے"[7]

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر 'زاد المسیر في علم التفسیر' ان احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن میں نبی کریم ﷺ سے 'شق قمر' کا مطالبہ کیا گیا تھا، اور اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے یہ معجزہ دکھایا تھا۔[8]

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو اپنی تفسیر میں رقم کیا ہے جس میں مشرکین کے مطالبے کا تذکرہ تھا۔[9]

ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مطالبہ کفار پہ 'شق قمر' کا تذکرہ کیا ہے۔[10]

---

[5] الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، فتح القدير (بيروت، دار ابن كثير، 1414ه)، 5/144
Āl-šwkāny, mḥmd bnʿly bn mḥmd, fṭḥ āl-qdyr (byrwt, dār ābn kṯyr,1414H), 5/144

[6] الرازي، أبو عبدالله محمد بن عمر، مفاتيح الغيب (بيروت، دار احياء التراث، 1420ه)، 29/288
Āl-rāzy, ābwʿbdāllh mḥmd bnʿmr, mfātyḥ ālġyb (byrwt, dār āḥyāʾ āl-trāṯ,1420H), 29/288

[7] الطبري، محمد بن جرير، جامع البيان في تأويل القرآن (مؤسسة الرسالة، 2000ء)، 22/ 565
Āl-ṭbry, mḥmd bn ğryr, ğāmʿāl-byān fy tāwyl āl-qrān (mwssẗ āl-rsālẗ, 2000ʾ), 22 /565

[8] الجوزي، جمال الدين أبو الفرج، زاد المسير في علم التفسير (بيروت، دار الكتب العربي، 1422ه)، 4/ 96
Āl-ğwzy, ğmāl āl-dyn ābw āl-frğ, zād āl-msyr fyʿlm āl-tfsyr(byrwt, dār āl-ktb ālʿrby,1422h), 4 / 96

[9] الزمخشري، ابو القاسم محمود بن عمرو، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (بيروت، دار الكتب العربي، 1407ه)، 4/ 430
Āl-zmḫšry, ābw āl-qāsm mḥmwd bnʿmrw, āl-kšāfʿn ḥqāyq ġwāmḍ āl-tnzyl(byrwt, dār āl-ktb ālʿrby, 1407h), 4/430

[10] ابو حيان محمد بن يوسف، البحر المحيط في التفسير (بيروت، دار الفكر، 1420ه)، 10/ 32

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔[11]

طوالت کے خوف سے مزید بہت سے مفسرین کی آراء کو پیش نہیں کیا جا رہا، مجموعی طور پہ کلاسیکل مفسرین کا عمومی نقطہ نظر مذکورہ اقتباسات سے سامنے آجاتا ہے۔

احادیث نبوی ﷺ

اب ہم چند ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں 'شق قمر' کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کے الفاظ:

1۔ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ 'صحیح بخاری' میں ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کرتے ہیں: "بَابُ سُؤَالِ المُشْرِكِينَ أَنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ آيَةً، فَأَرَاهُمْ انْشِقَاقَ القَمَرِ" "باب: مشرکین کا نبی کریم ﷺ سے کوئی نشانی چاہنا اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ شق القمر دکھانا۔" اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا"[12]

"نبی ﷺ کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم گواہ رہو۔"

امام مسلم بھی اسی طریق اور الفاظ کے ساتھ یہ حدیث "كِتَابُ صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ" میں لائے ہیں۔[13]

2۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

ābw ḥyān mḥmd bn ywsf, āl-bḥr āl-mḥyṭ fy āl-tfsyr (byrwt, dār āl-fkr,1420h), 10 / 32

[11] ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم (بيروت، دار الكتب العلمية، 1419ھ)، 7/ 471

ābn kṯyr, ābw āl-fdāʾāsmāʿyl bn ʿmr, tfsyr āl-qrān alʿẓym(byrwt, dār āl-ktb alʿlmyt, 1419h),7/ 471

[12] نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (ریاض، دارالسلام)، حدیث:2800

Nyšāpwry, mslm bn ḥğāğ, ṣḥyḥ mslm (ryāḍ, dār āl-slām), ḥdyṯ:2800

[13] ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری (ریاض، دارالسلام)، حدیث: 3636

ābw ʿbdāllh, mḥmd bn āsmāʿyl, ṣḥyḥ bḫāry (ryāḍ, dār āl-slām), ḥdyṯ: 3636

"بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى إِذَا انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا"[14]

"ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں موجود تھے کہ چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے (نظر آتا) تھا اور دوسرا ٹکڑا اس سے آگے (دوسری طرف نظر آتا) تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: "(اس کے) گواہ بن جاؤ۔""

3۔ مسند ابو داؤد الطیالسی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

" انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ قُرَيْشٌ: هَذَا سِحْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، قَالَ: وَقَالُوا: انْتَظِرُوا مَا تَأْتِيكُمْ بِهِ السُّفَّارُ فَإِنَّ مُحَمَّدًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ قَالَ: فَجَاءَ السُّفَّارُ فَقَالُوا ذَاكَ "[15]

"عہد نبوی ﷺ میں 'شق قمر' ہوا تو قریش کہنے لگے: یہ ابن ابی کبشہ (رسول اللہ ﷺ کی کنیت) کا جادو ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ کہنے لگے: تم باہر سے آنے والے کسی قافلے کا انتظار کرو، محمد (ﷺ) نے اگر ہم پر جادو کیا ہے تو سب پر تو نہیں کر سکتا۔ قافلہ آیا تو انھوں نے بھی اس واقعہ (شق قمر) کی خبر دی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ:

صحیح بخاری میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"أَنَّ القَمَرَ انْشَقَّ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[16]

"عہد نبوی ﷺ میں چاند شق ہوا۔"

امام مسلم نے ایک دوسرے طریق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔[17]

---

[14] صحيح مسلم، حديث: 2800

ṣḥyḥ mslm, ḥdyṯ: 2800

[15] طيالسی، ابو داود سليمان بن داود، مسند أبي داود الطيالسي (مصر، دار هجر، 1999ء)، حديث: 293

ṭyālsy, ābw dāwd slymān bn dāwd, msnd āby dāwd āl-ṭyālsy (mṣr, dār hğr, 1999ʾ) ḥdyṯ: 293

[16] صحيح بخاری، حديث: 3638

ṣḥyḥ bẖāry, ḥdyṯ: 3638

[17] صحيح مسلم، حديث: 2803

ṣḥyḥ mslm, ḥdyṯ: 2803

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے الفاظ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

"انْفَلَقَ القَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْهَدُوا"[18]

"نبی کریم ﷺ کے عہد میں چاند شق ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "گواہ رہو۔""

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"انشق القمر علي عهد النبي صلي الله عليه وسلم حتي صار فرقتين: علي هذا الجبل، وعلي هذا الجبل، فقالوا: سحرنا محمد، فقال بعضهم: لئن كان سحرنا فما يستطيع أن يسحر الناس كلهم"

"نبی کریم ﷺ کے عہد میں چاند شق ہوا اور دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پہ اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ وہ کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا۔ ان میں سے کچھ نے کہا: اگر ہم پر جادو ہوا تو سب لوگوں پر جادو تو نہیں ہوا۔"[19]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ:

اب ہم اُس روایت کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس موضوع پر فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمْ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا"[20]

---

[18] الترمذي، محمد بن عيسى، جامع الترمذي (لاهور، نعماني كتب خانه، 2012ء)، حديث: 2182
āltrmḏy, mḥmd bnʿysy, ğāmʿ āl-trmḏy (lāhwr, nʿmāny ktb ẖānh, 2012ʾ), ḥdyṯ: 2182

[19] الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الكبير للطبراني، ج2، ص138
Āl-ṭbrāny, slymān bn āḥmd bn āywb, ālmʿğm ālkbyr llṭbrāny, vol.2, P.138

[20] صحيح بخاری، حديث: 3638
ṣḥyḥ bẖāry, ḥdyṯ: 3638

''کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے انہیں دکھا دیے یہاں تک کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔''

جن احادیث میں واقعہ شق قمر موجود ہے، ان میں سے چند بنیادی نوعیت کی احادیث پیش کر دی گئی ہیں۔ ان احادیث میں موضوع بحث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے انھیں دکھائے۔ اب بظاہر یہ ایک بے ضرر اور غیر اہم سی بات محسوس ہوتی ہے کہ مولانا اصلاحی صاحب وغیرہ اگر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ واقعہ شق قمر ہوا تھا بس اس کی نوعیت فرق تھی، تو اس میں اس قدر چیں بہ جبیں ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ اس رویے سے استخفاف حدیث کا اشارہ ملتا اور بعض شکوک جنم لیتے ہیں۔ اب دیکھیے کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے سورۃ قمر کی 'شق قمر' سے متعلقہ آیات کی تفسیر میں اس ضمن میں موجود احادیث کی طرف فقط ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا ہے:

''رہا یہ سوال کہ اس طرح کا کوئی واقعہ نبی ﷺ کے عہد میں پیش آیا بھی ہے تو اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ سے، یہی بات نکلتی ہے کہ یہ پیش آیا اور حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ صورت واقعہ کے بارے میں تو حدیثیں ضرور مختلف ہیں لیکن نفس واقعہ کے بارے میں اختلاف منقول نہیں ہے۔''[21]

یعنی نفس واقعہ کو تو مولانا مانتے ہیں، جس طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن صورت واقعہ میں چونکہ احادیث میں مختلف تفصیلات بیان ہوئی ہیں شاید اسی لیے انھوں نے ان احادیث کو قابل اعتناء نہیں سمجھا۔ یہیں تک بات رہے تو کوئی مسئلہ پیش نہیں آتا لیکن جب وہ کہتے ہیں کہ ''اس طرح کی نشانیوں کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ رسول نے ان کو اپنے معجزے کے طور پر پیش کیا ہو بلکہ ان کا ظہور کسی اعلان و تحدّی کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔'' تو 'شق قمر' کو معجزہ سے نکال کے ان آیات و نشانیوں میں شامل کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ مختلف شکلوں میں دکھاتا رہتا ہے۔

مولانا مودودی نے بھی 'واقعہ شق قمر' کو معجزہ نبوی ﷺ کے بجائے 'قرب قیامت کی ایک نشانی' بتایا ہے۔ قریب قریب یہی بات مولانا اصلاحی صاحب نے ان الفاظ میں کہی تھی:

---

[21] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، 4/91

āmyn āḥsn āṣlāḥy, tdbr qrān, 4/19

"کفار قیامت کو جو بہت بعید از عقل چیز خیال کرتے تھے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ ساری کائنات ایک دن بالکل درہم برہم ہو جائے۔ پہاڑوں سے متعلق ان کا جو سوال قرآن میں نقل ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو وہ بالکل اٹل، غیر متزلزل اور غیر فانی سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شق قمر کی نشانی دکھا کر ان کو بتایا کہ اس کائنات کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی خواہ وہ کتنی ہی عظیم ہو، نہ خود مختار ہے، نہ غیر فانی، نہ غیر متزلزل، بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ وہ جب چاہے گا ان سب کو درہم برہم کر کے رکھ دے گا۔"[22]

'شق قمر' کیا صرف قرب قیامت کی نشانی؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں انشقاق قمر کا تذکرہ کیا اس سے پہلے یہی فرمایا کہ "قیامت قریب آ گئی۔" لیکن اس بات کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ یہ نشانی نبی کریم ﷺ کے معجزہ کی صورت میں بھی پوری ہو سکتی ہے؟ اور جبکہ اس بارے میں صحیح اور واضح احادیث بھی موجود ہوں۔ اگر یہ معجزہ نہیں تھا صرف ایک نشانی تھی تو کئی ایک سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ اگر یہ نشانی صرف اس لیے ظاہر ہوئی تھی کہ قیامت اور بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ یہ حقائق ہیں اور ایک دن پیش آنے والے ہیں تو پھر ایسی نشانی اس وقت پہ کیوں دکھائی گئی جس وقت بہت سے لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ نشانی تو پھر کوئی ایسی ہونی چاہیے اور اس وقت میں ہونی چاہیے جب زیادہ سے زیادہ لوگ اس کا مشاہدہ کر سکتے۔

اس میں تو کوئی دو رائے نہیں کہ قرآن نے 'شق قمر' کو قرب قیامت کی نشانی کہا ہے تو واقعتاً یہ نشانی ہی ہے۔ لیکن اس سے معجزہ رسول ہونے کی نفی کیسے لازم آ گئی؟ چاند کا شق ہو جانا بالکل اسی طرح قرب قیامت کی نشانی ہے جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے خود اپنے متعلق فرمایا: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ» "میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔" یعنی 'شق قمر' اور 'نبی کریم ﷺ کی بعثت' ایسی بہت سی

---

[22] ایضاً

Ibid.

نشانیاں اگرچہ اپنے اندر بہت سامان عبرت لیے ہوئے ہیں لیکن اصلاً یہ قرب قیامت کا ایک بیان ہے کہ قیامت کا وقت قریب آ لگا ہے۔

مولانا اصلاحی نے جیسا فرمایا کہ 'پہاڑوں سے متعلق ان کا جو سوال قرآن میں نقل ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو وہ بالکل اٹل، غیر متزلزل اور غیر فانی سمجھتے تھے۔' تو ان کے سوال کا جواب 'شق قمر' سے کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ ان کے لیے مسکت جواب تو اسی صورت میں ہوتا کہ کسی پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا جاتا۔ پہاڑوں اور چاند کے تعلق کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر 'شق قمر' سے کفار کو یہ توجہ دلانا مقصود تھا کہ ایک دن آنے والا ہے جب نظام زندگی درہم برہم ہو جائے گا، سمندر ابل پڑیں گے اور سورج تاریک ہو جائے گا تو پھر چاند اور سورج گرہن بھی تو اسی طرح کے واقعات ہیں۔ وہ بھی تو کچھ غیر معمولی تغیرات ہیں جو سورج اور چاند کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اور اگر چاند کا شق ہونا چند لمحات کے لیے تھا تو گرہن تو اس سے لمبے وقفے کے لیے تھا۔ اور کفار کو اس کی طرف متوجہ کرنا آسان تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور چاند گرہن جیسے غیر معمولی واقعات کے ظہور کے وقت سرور کائنات ﷺ کا رویہ 'شق قمر' سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب نے اپنی ایک ویڈیو میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے زلزلہ اور گرہن وغیرہ کو معمول کے واقعات قرار دیا ہے۔[23] لیکن ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ معمول کے واقعات کیسے ہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا تعامل اس سے بالکل مختلف خبر دے رہا ہے۔ خود غامدی صاحب نے اس حوالے سے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے الفاظ پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ 'گرہن' اس دور کے لوگوں کے ہاں ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتْ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّه"[24]

"رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں سورج گرہن اس دن ہوا جس دن آپ کے لخت جگر ابراہیم کی وفات ہوئی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے سبب سورج بے نور ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

---

[23] https://www.youtube.com/watch?v=aKZz2ZFx4fg

[24] صحیح بخاری، حدیث: 1043

ṣḥyḥ bẖāry, ḥdyṯ: 1043

فرمایا: ''سورج اور چاند کسی کے مرنے اور پیدا ہونے سے گرہن زدہ نہیں ہوتے۔ جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔''

لوگوں کا یہ کہنا کہ 'آپ ﷺ کے بیٹے کی وجہ سے سورج بے نور ہوا ہے۔' اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ وہ سورج گرہن کو کوئی انوکھی اور غیر معمولی چیز سمجھتے تھے۔ 'گرہن' سے متعلق شارحین حدیث نے یہی لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہیں کہ مالک حقیقی اگر بے گناہ اور سراپا اطاعت مخلوق کو بے نور کر سکتا ہے تو خطاکار انسان کی گرفت بھی کی جاسکتی ہے۔ اور سورج و چاند کو گرہن زدہ کر کے مقصود غفلت شعار لوگوں کو قیامت کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر 'شق قمر' سے مقصود صرف قیامت کے حقائق کی طرف متوجہ کرنا تھا اور ان کا ظہور کسی اعلان و تحدی کے بغیر ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے کسی قسم کا خوف محسوس کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرام کو اس جانب متوجہ کیوں نہ کیا؟ چاند شق ہونے پہ جلد واپس اپنی حالت پہ آنے کے لیے کوئی دعا کیوں نہ کی؟ جبکہ 'گہن' کے وقت تو آپ ﷺ شدید مضطرب ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی طویل نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ سورج پھر سے روشن ہو گیا۔

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آفتاب گہن ہو گیا۔ آپ فوراً اٹھے، درآں حالیکہ آپ کی چادر گھسٹ رہی تھی اور مسجد میں داخل ہوئے۔ ہم بھی مسجد میں آئے۔ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

"إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ"[25]

''سورج اور چاند کسی کے مرنے سے گرہن زدہ نہیں ہوتے۔ جب تم انہیں گرہن لگا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ تمہارے ہاں سے تاریکی دور ہو جائے۔''

روایت کے الفاظ صاف طور پہ بتا رہے ہیں کہ ایسی کسی بھی غیر معمولی کیفیت میں نبی کریم ﷺ خود اور صحابہ کرام توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہوتے اور خدا کے حضور سربسجود ہو جاتے۔ عہد نبوی ﷺ میں سورج گرہن کسی اعلان و تحدی کے بغیر خدا کی قدرت سے ظہور پذیر ہوا تھا اس لیے کفار نے بھی اسے جھٹلانا ضروری نہیں

[25] صحیح بخاری، حدیث: 1040

ṣḥyḥ bẖāry, ḥdyṯ: 1040

سمجھا، نہ ہی 'کہن' سے متعلق یہ کہا کہ جب باہر سے قافلے آئیں گے تو ان سے اس بابت دریافت کریں گے۔ 'شق قمر' چونکہ ایک مطالبہ کے جواب میں تھا اس لیے نبی کریم ﷺ پر اضطراب کی کیفیت بھی طاری نہیں ہوئی اور مطالبہ ہی کی وجہ سے کفار نے اس کا انکار کرنا اور جھوٹ قرار دینا ضروری سمجھا۔ بصورت دیگر کفار کے انکار کی معقولیت ہی نہیں بنتی۔ چاند کے شق ہو جانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمانا کہ "گواہ رہو۔"[26] واضح طور پہ دلالت کرتا ہے کہ کفار نے اس کا مطالبہ کیا تھا، ورنہ اچانک سے اگر کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوتی تو نبی کریم ﷺ اسے خود بھی محسوس کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس طرف متوجہ کرتے۔

مراسیل صحابہ کا حکم:

جیسا کہ ہم تذکرہ کر آئے ہیں کہ سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے 'انشاق قمر' سے متعلق آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھانے کا تذکرہ صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ملتا ہے، شق قمر کا تذکرہ کرنے والے دیگر صحابہ نے یہ بات بیان نہیں کی۔ تو اس ضمن میں یہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ 'مراسیل صحابہ'[27] کو علمائے امت نے کیا حیثیت دی ہے۔ اور اس قسم کی حدیث پر 'صحت' کا حکم لگایا گیا ہے یا 'ضعف' کا۔

حقیقت یہ ہے کہ مراسیل صحابہ کو امت کی قبولیت حاصل رہی ہے۔ کئی لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ خود صحابہ کرام نے صحابی کی مرسل روایات کو قبول کیا ہے، کبھی کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان کا اعتراض روایات میں منقول ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے صغار صحابہ کرام کی روایات کو امت نے قبول کیا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان صحابہ کی عمریں بالترتیب چودہ، نو اور دس برس تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد 16 سو کے قریب ہے، لیکن ان میں سے بعض کے نزدیک آپ نے صرف دس یا بعض کے نزدیک چار احادیث براہ راست نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں۔

---

[26] صحیح مسلم، حدیث: 2800

ṣḥyḥ mslm, ḥdyṯ: 2800

[27] مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی اس شخص کا ذکر نہ کرے جس نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت سنی ہو۔

جمہور علماء کے ہاں 'مرسل صحابی' حجت ہے، اور شرعی احکامات میں اسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔[28] امام ابن حزم، ابو بکر باقلانی اور ابو اسحاق اسفرائینی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے چند ایک اصحاب 'مرسل صحابی' کو حجت نہیں سمجھتے۔ جمہور علماء امام ابو حنیفہ، امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد رحمہم اللہ اس کی حجیت کے قائل ہیں۔ تدريب الراوي میں ہے:

"(هَذَا (ما تقدم من الخلاف في المرسل) كُلُّهُ فِي غَيْرِ مُرْسَلِ الصَّحَابِيّ، أَمَّا مُرْسَلُهُ) ، كَإِخْبَارِهِ، عَنْ شَيْءٍ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ نَحْوِهِ مِمَّا يُعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَحْضُرْ لِصِغَرِ سِنِّهِ أَوْ تَأَخُّرِ إِسْلَامِهِ، (فَمَحْكُومٌ بِصِحَّتِهِ عَلَى الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ) الَّذِي قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُورُ مِنْ أَصْحَابِنَا وَغَيْرِهِمْ، وَأَطْبَقَ عَلَيْهِ الْمُحَدِّثُونَ الْمُشْتَرِطُونَ لِلصَّحِيحِ الْقَائِلُونَ بِضَعْفِ الْمُرْسَلِ"[29]

"ابھی مرسل کے حوالے سے جس اختلاف کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے 'مرسل صحابی' مراد نہیں ہے۔ صحیح موقف کے مطابق مرسل صحابی پر صحت کا حکم ہی لگایا جائے گا جبکہ معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فعل کی خبر دینے والے صحابی اپنی صغر سنی یا تاخیر اسلام کی وجہ سے اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ جمہور اصحاب اور دیگر نے اسی رائے کو قطعی طور پہ صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس بات پر صحیح کی شرط لگانے والے محدثین، جو مرسل کے ضعف کے قائل ہیں، کا بھی اتفاق ہے۔"

صاحب صدر الشريعة کہتے ہیں:

"و مرسل الصحابي مقبول بالإجماع و يحمل علي السماع"[30]

"مرسل صحابی بالاجماع مقبول ہے اور اسے سماع پر ہی محمول کیا جائے گا۔"

متعدد قرائن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ 'مراسیل صحابہ' کو حجت سمجھے بغیر چارہ نہیں ہے، خود صحابہ کرام نے انھیں سندِ قبولیت دی ہے اور یہی بات معقول بھی لگتی ہے۔ صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی

---

[28] السرخسي، محم بن أحمد بن أبي سهل، أصول السرخسي: ج1، ص359
Āl-srḫsy, mḥm bn āḥmd bn āby shl, āṣwl ālsrḫsy: vol.1, P.359

[29] السيوطي، عبدالرحمن بن أبي بكر، تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: 1/234
Āl-sywṭy, ʿbdālrḥmn bn āby bkr, tdryb āl-rāwy fy šrḥ tqryb āl-nwāwy: 1/234

[30] التوضيح علي التنقيح:2/7
Āl-twḍyḥ ʿly āl-tnqyḥ:2/7

کریم ﷺ کی نسبت سے بہت سی احادیث بیان کی ہیں، جبکہ انھوں نے آپ ﷺ سے محض ایک حدیث براہ راست سنی ہے۔ جو آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"إِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ"[31]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ علم کے بہت حریص تھے، حصول احادیث کے لیے اکابر صحابہ کے گھروں کے باہر ان کے منتظر رہتے۔ نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے کبھی تو ان کا تذکرہ کیا ہے اور کبھی نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خود کئی جگہوں پہ ارسال کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: "«لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ العَقَبَةِ» ان الفاظ کو وہ حضرت اسامہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کے واسطے سے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں کسی صحابی کا رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے کوئی ایسی بات بیان کرنا جو انھوں نے آپ ﷺ سے نہ سنی ہو بالکل ایک معمولی بات تھی۔ نہ صرف صغار صحابہ کرام کبار صحابہ کرام بھی 'ارسال' کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی بہت مواقع پہ ارسال کیا کرتے تھے اور کسی نے بھی ان کی نکیر نہیں کی۔ بلکہ علمائے اصول جب 'مرسل' کی بحث کرتے ہیں تو 'مرسل صحابی' کو اس میں زیر بحث ہی نہیں لاتے۔ کیونکہ اس کی قبولیت پہ تو کوئی خاص اختلاف ہی وارد نہیں ہے۔ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ثم إنا لَم نَعُدّ في أنواع المرسَل ِ ونحوِه، ما يُسَمَّى في أصول ِ الفقه مرسَلَ الصحابيّ، مثل ما يرويه " ابنُ عباس " وغيرُه من أحداثِ الصحابةِ عن رسول ِ الله - صلى الله عليه وسلم -، ولم يسمعوه منه؛ لأن ذلك في حُكم الموصول ِ المسندِ؛ لأن روايتَهم عن الصحابةِ ، والجهالةُ بالصحابيّ غيرُ قادحةٍ؛ لأن الصحابة كلهم عُدول"[32]

---

[31] صحيح بخاري، حديث: 52

ṣḥyḥ bẖāry, ḥdyṯ: 52

[32] ابن الصلاح، عثمان بن الصلاح عبدالرحمن، مقدمة ابن الصلاح و محاسن الاصطلاح (بيروت، دار المعارف)، ص11

ābn ālṣlāḥ, ʿṯmān bn āl-ṣlāḥ ʿbdālrḥmn, mqdmẗ ābn āl-ṣlāḥ w mḥāsn āl-āṣṭlāḥ (byrwt, dār ālmʿārf), p.11

"ہم نے جب اصول فقہ میں 'مرسل' کی بحث کی ہے تو 'مرسل صحابی' کو اس میں موضوع بحث نہیں بنایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یا دوسرے بعد کے صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات بیان کرتے ہیں لیکن وہ انھوں نے آپ ﷺ سے سنی نہیں ہوتی۔ مرسل صحابی کو اس لیے زیر بحث نہیں لایا جاتا کیونکہ وہ موصول مسند حدیث کے حکم میں ہے۔ ان کا صحابہ کرام سے بیان کرنا اور صحابی کے نام کی عدم صراحت روایت کی قبولیت میں مانع نہیں ہے، کیونکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔"

اور صحابی کی مرسل کیوں نہ قبول کی جائے کہ جو عام گفتگو میں جھوٹ بولنا روا نہیں سمجھتے تھے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات بیان کریں اور اس میں جھوٹ کی آمیزش کر دیں؟ مولانا اسماعیل سلفی اس پہ رقمطراز ہیں:

"صحابہ باہم آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا تذکرہ فرماتے اور یہ احساس بھی نہ ہوتا کہ اس کی سند دریافت کی جائے۔ ارشادات نبوی کی چھان پھٹک کے متعلق ہر طبیعت میں ایک معیار موجود تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے خود بخود طبائع میں پیدا ہو چکا تھا۔ حسن عمل کی برکت سے طبائع میں از خود ایک توازن پیدا ہو گیا تھا، جس کے ہوتے سند کی ضرورت نہ تھی۔ إلا أن يضطر إلي ذلك- رفقاء اس قدر پاکیزہ تھے کہ کسی کو کسی پر بدگمانی نہ تھی۔ اگر کسی وقت شبہ ہوا، تو ادنیٰ وضاحت سے دور ہو گیا۔ کبھی معمولی سی تاکید سے معترض کی طبیعت صاف ہو گئی۔ یہ سب ماحول اور گردوپیش کی برکت تھی"[33]

خود حضرت انس رضی اللہ، جن کی روایت ہی اس وقت موضوع بحث ہے، فرمایا کرتے تھے کہ حدیث بیان کرتے وقت ہم جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ پھر کہتے ہیں:

"واللہ ہم جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے، ہمیں تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ جھوٹ کیا بلا ہے؟"[34]

مرسل صحابی کی بحث مزید طویل بھی ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں اہم بات یہ ہے کہ یا تو آپ یہ کہیں کہ آپ مرسل صحابی کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس صورت میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ باقی روایات میں 'مطالبہ کفار' کا

---

[33] سلفی، محمد اسماعیل، مقالات حدیث (گوجرانوالہ، ام القریٰ پبلیکیشنز، 2012)، ص509-510
Slfy, mḥmd āsmāʿyl, mqālāt ḥdyṯ (gwğrānwālh, ām ālqra publication, 2012), P.509-510

[34] المعجم الكبير للطبرانی: 1/ 246
Āl-mʿğm āl-kbyr llṭbrāny, 1 /246

تذکرہ نہیں ہے صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں اس کا تذکرہ ہے اور وہ مرسل ہے اس لیے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

جیسا کہ ہم نے تذکرہ کیا کہ جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے محض چار یا دس احادیث براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حدیث براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ تو کیا مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی اِن صحابہ کرام کی اُن تمام روایات کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے جن میں انھوں نے ارسال کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دونوں جلیل القدر علماء نے ایسی احادیث کو موضوع سخن بنایا ہے اور متعدد مقامات پہ ان سے استدلال کیا ہے۔

مرسل صحابی تمام محدثین اور اہل الحدیث کے ہاں مقبول رہی ہے۔ حافظ العراقی "التقييد" میں رقمطراز ہیں:

"المحدثين وإن ذكروا مراسيل الصحابي فإنهم لم يختلفوا في الإحتجاج بها، واما الأصوليون فقد اختلفوا فيها، فذهب الآستاذ أبو أسحاق الإسفراييني إلى أنه لا يحتج بها، وخالفه عامة أهل الأصول فجزموا بالاحتجاج بها "[35]

"محدثین نے اگرچہ مراسیل صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اسے بطور دلیل اختیار کرنے میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اصولیین میں اس معاملے میں کچھ اختلاف ہے۔ ابو اسحاق اسفرائینی اس کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن دیگر اصولیین نے شیخ ابو اسحاق کے موقف کو تسلیم نہیں کیا اور وہ اس سے دلیل لینے پر ہی کاربند ہیں۔"

یاد رہے کہ ابو بکر باقلانی اور ابو اسحاق اسفرائینی نے مرسل صحابی کی قبولیت میں جو اختلاف ظاہر کیا ہے وہ بھی صرف اس صورت میں ہے کہ جب اس بات کا احتمال موجود ہو کہ بیان کردہ روایت میں صحابی نے وہ حدیث دوسرے صحابی سے نہیں بلکہ تابعی سے سنی ہو۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تدریب الراوی" میں رقمطراز ہیں:

"قال القاضي أبو بكر الباقلاني:لا أقبل المرسل، ولا في الأماكن التي قبلها الشافعي ولا مرسل الصحابي، إذ احتمل سماعه من تابعي"[36]

---

[35] العراقي، أبو الفضل زين الدين عبدالرحيم بن الحسين، التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح، ص80
ālʿrāqy, ābw āl-fḍl zyn āl-dynʿbdālrḥym bn āl-ḥsyn, āl-tqyyd wālāyḍāḥ šrḥ mqdmï ābn āl-ṣlāḥ, p.80

[36] تدريب الراوي: ص228

tdryb āl-rāwy:p.228

"قاضی ابو بکر باقلانی کہتے ہیں: میں مرسل کو قبول نہیں کرتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقامات پہ قبول کیا ہے وہاں بھی نہیں۔ صرف اس صورت میں کہ جب صحابی کے تابعی سے سماع کا احتمال ہو۔"

دوسری بات یہ کہ آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت پہ تنقید اگر کرنا چاہتے ہیں تو یا تو یہ کہیے کہ اس میں دیگر صحابہ سے مروی روایات کی مخالفت ہے۔ جبکہ اس روایت میں دیگر روایات کے الفاظ کی مخالفت ہر گز نہیں ہے، بلکہ ان کی کچھ تشریح و توضیح ہے۔ بنیادی موضوع تو ان روایات میں موجود ہے بلکہ خود قرآن کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ جبکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ

"زيادة الثقة مقبولة"

"ثقہ کی زیادہ مقبول ہے۔"

جب دیگر ثقہ روات کا اضافہ مقبول ہے تو صحابی کی اضافی بات کو قبول کرنے میں کیا مانع ہے؟

مرسل صحابی پر تفصیلی بحث کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو سیاق و سباق کے ساتھ پیش کیا جائے جسے سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں فیصلہ کن حیثیت دی ہے۔ سید موصوف رقمطراز ہیں:

"فتح الباری میں ابن حجر کہتے ہیں کہ "یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انس کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا۔"[37]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ اقتباس سے بظاہر یہ تاثر محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے وہ بھی اس رائے کے حاملین میں سے ہوں جو اصلاحی صاحب اور مودودی صاحب نے اپنائی ہے۔ ہم اس سلسلہ میں ان کی متعلقہ عبارت پیش کیے دیتے ہیں۔

"قَوْلُهُ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ هَذَا مِنْ مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ لِأَنَّ أَنَسًا لَمْ يُدْرِكْ هَذِهِ الْقِصَّةَ وَقد جَاءَت هَذِه الْقِصَّة من حَدِيث بن عَبَّاسٍ وَهُوَ أَيْضًا مِمَّنْ لَمْ يُشَاهِدْهَا وَمِنْ حَدِيث بن مَسْعُودٍ

[37] تفہیم القرآن: ص230

tfhym āl-qrān:p.230

وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَحُذَيْفَةَ وَهَؤُلَاءِ شَاهَدُوهَا وَلَمْ أَرَ فِي شَيْءٍ مِنْ طُرُقِهِ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ عَقِبَ سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ إِلَّا فِي حَدِيثِ أَنَسٍ فَلَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[38]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا "أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ" یہ مراسیل صحابہ میں سے ہے، کیونکہ انھوں نے خود اس واقعے کا زمانہ نہیں پایا۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں بھی یہ واقعہ بیان ہوا ہے لیکن انھوں نے بھی اس کا مشاہدہ نہیں کیا۔ ابن مسعود، جبیر بن مطعم اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے لیکن ان کی احادیث میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ یہ (شق قمر) مشرکین کے مطالبہ کے جواب میں ہوا تھا۔ سوائے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے، ممکن ہے کہ انہوں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ہو۔"

یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اگر مکمل عبارت دیکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے تو یہ قابل استدلال نہیں ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس واقعہ کو تفصیلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہی بیان کیا ہے لیکن وہ اس واقعہ کے عینی شاہد نہیں تھے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے اس واقعہ کی صداقت پہ کوئی زد پڑتی ہے، بلکہ اگر انھوں نے یہ بات بیان کی ہے تو بہت ممکن ہے کہ انھوں نے یہ بات کسی صحابی سے نہیں بلکہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

نتائج بحث

مولانا امین احسن اصلاحی اور سید ابو الاعلیٰ مودودی کا موقف ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو چاند دو ٹکڑے ہوا ضروری نہیں ہے کہ اس کا مطالبہ کفار نے کیا ہو اور اس کے جواب میں یہ واقعہ رونما ہوا ہو۔ لیکن اس ضمن میں ان کے دلائل کا جائزہ لیا جائے تو وہ زیادہ مضبوط معلوم نہیں ہوتے۔ عقلی و نقلی دلائل واضح طور پہ اشارہ کر رہے ہیں کہ چاند کو شق کرنے کا مطالبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں چاند شق ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے توسط سے یہ واقعہ احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔ دیگر صحابہ کرام کا شق قمر کو بیان کرنا لیکن کفار کے مطالبہ کا تذکرہ نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایسا مطالبہ کے بغیر محض ایک نشانی کے طور پہ ہوا۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے بیان کیوں کرتے؟ اور اگر ایسی حدیث صحت کے معیار پر پوری نہ اترتی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں ایسی حدیث کیوں کر لاتے؟ کفار مکہ کا شق قمر کے بعد یہ کہنا کہ ہماری نظروں پر جادو کیا گیا ہے یہ بھی اس

[38] العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري (بيروت، دار المعرفة)، 7/ 183
ālʿsqlāny, āḥmd bnʿly bn ḥğr, ftḥ āl-bāry šrḥ ṣḥyḥ āl-bẖāry (byrwt, dār ālmʿrfẗ),7/183

بات کی دلیل ہے کہ ان کے مطالبے پر چاند شق ہوا تھا، ورنہ دوسری نشانیوں کے ظہور کے وقت بھی وہ یہ کہتے کہ ہماری نظروں پہ جادو ہو گیا ہے اس لیے ہمیں سورج یا چاند گرہن نظر آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں تک یہ بات ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مرسل ہے، تو صحابی کی مرسل بالاتفاق قابل قبول ہے۔ اس لیے کفار کے مطالبہ اور معجزہ رسول ﷺ کے انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔